ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

غیر مطبوعہ ادبی مکاتیب کی اہمیت اور ترتیب و تدین کی روایت: ایک مطالعہ

A Study of the Importance of Unpublished Literary Letters and the Tradition of Their Compilation and Editing

تحریم مقیم
وزیٹنگ لیکچرار، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجویٹ کالج (ویمن)، لاہور کینٹ
عطرت بتول
انسٹرکٹر شعبہ اُردو، ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

Tehreem Muqeem
Visiting Lecturer, Dept. of Urdu. Govt. Islamia Graduate College(W), Lahore.
Itrat Batool (Coressponding Author)
Instructor, Department of Urdu. Virtual University of Pakistan.
Itrat.batool@vu.edu.pk

Article Details
Received:
February 20, 2026
Accepted:
March 15, 2026
Online Published:
March 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Literary letters are an important and authentic source of Urdu literature, reflecting not only the personal lives, intellectual tendencies, and literary ideas of writers but also the social, cultural, and academic conditions of their time. The significance of unpublished literary letters becomes even greater because they preserve valuable information, opinions, and literary discussions that are often absent from published material. These letters serve as primary sources for the reconstruction of literary history, the understanding of literary movements, the accurate study of literary personalities, and the interpretation of the creative process. The study highlights that the editing and publication of unpublished letters not only safeguard literary and cultural heritage but also open new dimensions for future research. The research concludes that the systematic collection, compilation, and publication of literary letters play a significant role in strengthening the scholarly and critical traditions of Urdu literature.

Key words: Literary Letters, Urdu Lterature, Editing, Literary Heritage, systematic collection, critical traditions

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔"(۱)انسان کو بے شمار انعامات واعزازات سے نوازا ہے جن میں سے سب سے برتر عقل ہے اور یہی انسان کا دیگر مخلوقات پر امتیاز ہے۔اس امتیاز کی بناپر "پڑھنے "جیسا عظیم فعل انسان کے حصے میں آیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:"پڑھ!اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔"(۲) پڑھنے کے لیے اگرچہ عقل و دانش کا ہونا کافی ہے تاہم اس عقل اور علم کے نتیجے میں جنم لینے والے احساسات اور خیالات کے اظہار کے لیے انسان قوتِ گویائی کا محتاج تھا اور یہ قوت بھی انسان کو ایک نعمت کے طور پر عطا کر دی گئی۔ سورۃ الرحمٰن کی

ابتدائی آیات میں فرمایا گیا ہے: "رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور بولنا سکھایا۔" (۳) گویا عقل و نطق کی نعمت ہی انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی دلیل ہے۔

ناطق کہلانے والے انسان نے اپنے خیالات کو دوسروں تک پہچانے کے لیے اظہارِ بیان کی ضرورت کو اہم جانا۔ زبان خیالات کی ترسیل کے تقاضوں کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ انسان نے اپنے احساسات کو دور تک پہچانے کے لیے خاص نشانات، علامات اور لکیروں کا سہارا لیا۔ یہ چیزیں آگے چل کر الفاظ کے روپ میں سامنے آئیں۔ تحریر کی اختراع نے انسانی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> "فنِ تحریر، تہذیب انسانی کی مقدس بازیافت ہے۔ تقریباً ہر بڑی تہذیب اور ہر بڑے عقیدے میں اس کی عظمت اور تقدس کا اعتراف کیا گیا ہے۔ زبان ترسیل و ابلاغ کا عارضی اور ناتمام ذریعہ اظہار ہے۔ تحریر اسے محفوظ کرتی اور دوام بخشتی ہے۔ اسے بے کراں وسعت و پنہائی تک پہنچاتی ہے"۔ (۴)

زندگی کی دوڑ میں تحریر کا استعمال اس قدر فائدہ مند ثابت ہوا کہ فنِ تحریر کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ اگر تحریر ایجاد نہ ہوتی تو انسانی زندگی محدود ہو کر رہ جاتی۔ دیگر مشاغل کی طرح ادب بھی ایک شغلِ عالیہ ہے جس کا تحریر سے گہرا تعلق ہے۔ بہت سی شخصیات ایسی ہیں جنھوں نے ادبی کارہائے نمایاں سر انجام دیے ہیں اور ادب دوستی ان کی تحریروں میں نظر آتی ہے۔ ادب کی دنیا بہت وسیع ہے جہاں اہلِ قلم نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق فکری تشخص قائم کیا ہے۔ نظم و نثر کی بہت سی اقسام معرضِ وجود میں آچکی ہیں۔ مکتوب نگاری بھی ایک ایسا میدان ہے جہاں اہلِ علم و فن نے جدتِ طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ مکتوب نگاری کا شمار اصنافِ ادب میں ایک باوقار صنف کے طور پر ہوتا ہے۔ خط نگاری انشاء پردازی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

خط کے لغوی معنی "لکیر" یا "سطر" کے ہیں۔ یہ عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ تحریر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ "فیروز اللغات" میں خط (تحریر، لکیر، لائن، نامہ، چٹھی، اندازِ تحریر) کو کہتے ہیں۔ خطوط نویسی کا فن بہت قدیم ہے۔ اسے مکتوب، تحریر نامہ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ابتداء میں اسے رقعہ بھی کہتے تھے۔ ڈاکٹر شاداب تبسم اپنی کتاب "اردو مکتوب نگاری" میں خط کی بابت رقمطراز ہیں:

> "ادب میں خط نگاری باقاعدہ ایک صنف ہے جس کے حدود و قواعد مقرر ہیں، جس کی اپنی الگ پہچان ہوتی ہے۔ احساسات، جذبات اور خیالات کو قلم کی مدد سے کاغذ پر اُتارنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کا عمل خط نگاری کہلاتا ہے" (۵)

خط دو افراد کے درمیان بات چیت کا نام ہے۔ خط کو آدھی ملاقات کا نام بھی دیا گیا ہے۔ یہ انسانی احساسات و جذبات کو قرطاس پر اتارنے کا ذریعہ ہے۔ خط نگاری کی ابتدا میں اس کی تحریر رسمی ہوا کرتی تھی جس سے مقصدِ تحریر فوت ہو جاتا تھا۔ خط جتنا مختصر ہو اتنا ہی زیادہ دلچسپ ہوتا ہے۔ خط میں مقصدیت کا عنصر بھی ملحوظ ہونا چاہیے۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر سید عبد اللہ کہتے ہیں:

> " خط بڑا ہی نازک فن ہے۔ یہ کاری گری بھی ہے آئینہ سازی بھی۔ یہ مختصر بھی ہے اور محدود بھی، وسیع و بے کراں بھی۔ اس کے باوجود آفاقی اور اجتماعی بھی۔ اس میں دانش بھی ہے، بینش بھی۔ بظاہر کچھ بھی نہیں مگر اس کا ہر ورق پھر بھی دفتر ہے۔ (۶)

خط ایک ایسی دستاویز ہے جو کئی رازوں کی امین ہوئی ہے۔ مکتوب نگار خط میں اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ خط کا مقصد سامنے والے تک اپنے خیالات کی رسائی ہے تاکہ کچھ اور۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر انسان نے خط کا سہارا لیا اور میلوں دُور بیٹھ کر اپنے پیاروں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ بقول غالب:

"میں نے مراسلہ کو مکالمہ بنادیا ہے۔ ہزاروں کوس بیٹھتے بہ زبان قلم باتیں کیا کروں اور ہجر میں وصال کا مزہ لیا کروں"۔ (۷)

خطوط نگاری کے لئے پہلے پہل کوئی اصول و ضوابط مقرر نہیں تھے۔ رفتہ رفتہ خطوط نویسی کی صنف جب عام ہوئی تو اس صنف میں آداب و قوانین وضع ہونے لگے۔ علمی و ادبی ماہرین نے خطوط کو کئی اقسام میں تقسیم کیا ہے لیکن تین اقسام ایسی ہیں جنھیں اس صنف میں خصوصی اہمیت حاصل ہے، نجی خطوط، سرکاری خطوط اور ادبی خطوط۔ سرکاری خطوط مختلف سرکاری معاملات کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ نجی خطوط اپنے دوست، احباب اور عزیز و اقارب کو لکھے جاتے ہیں۔ ادبی خطوط میں کسی بھی علمی و ادبی موضوع پر اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔ ان خطوط کی نوعیت نجی یا ذاتی نہیں ہوتی۔ مثلاً مشفق خواجہ مرحوم کا ڈاکٹر طیب منیر کے نام ایک خط ملاحظہ ہو:

"مکرمی و محترمی، سلام مسنون

۱۱۔ اکتوبر کو اسلام آباد میں ہوں گا۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب کے ذریعے اگر آپ رابطہ کر سکیں تو کرم ہو گا۔ باقی باتیں ملاقات پر۔ سیّد ضمیر جعفری مرحوم کی آخری آرام گاہ پر حاضری دوں گا۔ اگر آپ ساتھ ہوں تو بہت اچھا ہو گا۔

خیر اندیش

مشفق خواجہ

۴۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء (۸)

خطوط نگاری کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پہلا سوال یہ سامنے آتا ہے کہ خطوط نگاری کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔ اسلام کی آمد کے زمانی احوال پر نظر ڈالیں تو حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر ملتا ہے۔ اسی حوالے سے حضرت ابنِ اسحاق کا قول ہے کہ: "حضرت ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا" (۹)۔ اسی حوالے سے صیح بن حبان کی روایت ہے کہ:

"حضرت ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنھوں نے قلم کا استعمال کیا اور ان کو ہرمس الہرامہ کا لقب دیا گیا" (۱۰)

حضرت ادریس علیہ السلام صاحبِ کتاب تھے۔ سریانی زبان میں کتابت کرتے تھے۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ تحریر میں پہل حضرت ادریس علیہ السلام نے کی لیکن ہمیں ان کی لکھی ہوئی کوئی تحریر نہیں ملتی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں باقاعدہ مکتوب نگاری کا نمونہ ملتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے لئے عزیزِ مصر کے نام ایک خط لکھا۔ قرآن پاک کے حوالے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط عبرانی زبان میں لکھا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط پرندے (ہُدہُد) کے ذریعے شہر سبا کی ملکہ بلقیس کی جانب بھیجا تھا۔ ملکہ بلقیس نے اس خط کو تعظیم کے ساتھ پڑھا اور ایمان کی دولت سے سرشار ہوتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔ حضور پاکؐ کی آمد سے ایک ہزار سال قبل یمن کے بادشاہ تبع اوّل حمیری نے آپؐ کے نام ایک خط لکھا اور وصیت کی کہ یہ خط آپؐ تک باحفاظت

پہنچایا جائے یہ خط نسل در نسل منتقل ہو تا حضرت ابو ایوب انصاری کے پاس پہنچا۔ یہ قدیم عربی زبان میں لکھا گیا تھا۔ آپؐ کے جدِ امجد عبد المطلب ابنِ ہاشم کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر خلیفہ مامون الرشید کے کتب خانے میں دیکھی گئی تھی۔ تاریخی اعتبار سے ایک خط حضور پاکؐ نے حبشہ کے حاکم نجاشی کے نام لکھا تھا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ آپؐ کے بعد سب سے پہلے سرکاری سطح پر خطوط نویسی کا اجراء خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ ایران میں فارسی مکتوب نگاری کی ابتداء ہوئی اور پھر یہ زبان برصغیر پاک و ہند کی طرف آ گئی۔ مختصر عرصے میں یہ ہندوستان کی سرکاری اور ادبی زبان بن گئی۔ ابتداء میں فارسی مکتوب نگاری صرف شاہی درباروں تک محدود تھی۔ "ادبی خطوط غالب" میں مرزا محمد عسکری رقم طراز ہیں:

> "فارسی میں تو مکتوب کی اور رقعات کی وہ کثرت ہے کہ پنج رقعہ واقعات، ابو الفضل رقعات، بیدل انشائے طاہر وحید، رقعاتِ نعمت خان عالی، رقعاتِ عالمگیری فارسی کے مشہور اور متداوّل کتابیں ہیں"۔(۱۱)

فارسی ادب میں ان مکاتیب کی بڑی اہمیت ہے۔ امیر خسرو کا فنِ انشاء صنائع و بدائع سے پُر ہے۔ ابو الفضل کو فارسی خط نگاری میں امتیازی اہمیت حاصل ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مکتوب نگاری کی روش میں تبدیلیاں آتی گئیں اور مشکل پسندی سے نکل کر یہ صنف آسان اسلوب سے ہمکنار ہوتی گئی۔ دیگر اصناف ادب کی طرح مکتوب نگاری نے بھی فارسی زبان کی بجائے اردو زبان کے قالب کو قبول کرتے ہوئے اس زبان میں مراسلت کو فروغ دینا شروع کیا۔

اُردو میں نئی نثر کے موجد بلاشبہ غالبؔ ہیں۔ ان سے قبل بے خبرؔ اور سرورؔ نے خطوط نگاری میں اپنا حصہ ڈالا ہے لیکن اردو مکتوب نگاری کے باب میں اسد اللہ خاں غالبؔ کا نام اپنی مثال آپ ہے۔ غالبؔ جدید طرزِ تحریر کے مالک تھے۔ انہوں نے نثر کو ایک نیا اور خوبصورت اسلوب بخشا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالبؔ کو جدید اردو نثر کا موجد و امام سمجھا جاتا ہے۔ اردو خطوط نگاری میں اوّلین خط کے حوالے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ غالبؔ سے قبل ہی اردو میں مکتوب نگاری کا آغاز ہو چکا تھا۔ "اردو کے منفرد مکتوب نگار" کے عنوان سے لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں ڈاکٹر مالک رام کا کہنا ہے کہ:

> "بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ اردو میں خطوط نویسی کی ابتداء غالبؔ سے ہوئی۔ یہ درست نہیں۔ غالبؔ سے پہلے "فسانہِ عجائب" والے رجب علی بیگ سرورؔ نے خطوط لکھے اور شائع کیے۔ اور یوں اِکا دُکا کئی اور اصحاب کے بھی ملتے ہیں"۔ (۱۲)

رجب علی بیگ سرورؔ کی ایک عرضی جو ان کے مجموعہ خطوط "انشائے سرور" میں شامل ہے، کے حوالے سے خواجہ احمد فاروقی کا کہنا ہے:

> "یہ عرضداشت ۱۸۳۴ء سے ۱۸۳۷ء کے درمیان لکھی گئی جو نصیر الدین حیدر کا زمانہ تھا۔ اس طرح سرورؔ کو جو غالبؔ اور بے خبرؔ دونوں سے بڑے تھے، مکتوب نگاری میں تاریخی اعتبار سے اوّلیت حاصل ہو جاتی ہے۔(۱۳)

اردو مکتوب نگاری کی روایت کا ذکر کیا جائے تو خواجہ غلام امام شہیدؔ، مرزا محمد قتیلؔ، رجب علی بیگ سرورؔ، غلام غوث بے خبرؔ، اسد اللہ خاں غالبؔ کے ساتھ ساتھ نواب واجد علی شاہ اور ان کی بیگمات کے خطوط کو اہمیت حاصل ہے۔ خواجہ غلام امام شہیدؔ نے باقاعدہ اردو میں خطوط نہیں لکھے لیکن اردو خطوط نویسی سکھانے کے لیے "انشائے بہارِ بے خزاں" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی۔ مرزا محمد

قتیلؔ آسان زبان میں خطوط لکھنے پر قدرت تھے۔ ان کے لکھے گئے خطوط ان کے شاگرد خواجہ امداد الدین عرف خواجہ امامی نے جمع کر کے "معدنِ فوائد" کے فوائد کے نام سے شائع کیے۔ خواجہ احمد فاروقی کی تحقیق کے مطابق واجد علی شاہ اور ان کی بیگمات کے خطوط کے (۹) مجموعے ہیں جن میں سے ۴ قلمی اور ۵ مطبوعہ ہیں۔ ان میں "معزنِ اسرارِ سلطانی" معروف بہ رقعاتِ بیگمات (قلمی)، "رقعاتِ اہلیہ واجد علی شاہ" (قلمی)، "تاریخِ غزالہ" (مطبوعہ مفیدِ عام آگرہ)، تاریخِ نور (قلمی)، انشائے راحتِ روح (مطبوعہ اثنائے عشری لکھنو)، "تاریخِ ممتاز" (مخطوطہ برٹش میوزیم؛ بعد ازیں ۱۹۵۶ء لاہور سے شائع ہوئی، "تاریخِ بدر" (قلمی)، "رقعاتِ بدر" (مطبوعہ حیدر آباد دکن)، "بیگمات اودھ کے خطوط" مرتبہ: مفتی نظام اللہ شہابی (مطبوعہ فاروقی پریس دہلی) شامل ہیں۔ (۱۴)

مکتوب نگاروں کی وقیع فہرست کے باوجود غالبؔ کی خطوط نگاری کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ غالبؔ نے اردو مکتوب نگاری میں جو طریقہ اختیار کیا اس کی پیروی ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ غالبؔ کو خود بھی اپنی خطوط نویسی پر فخر و ناز تھا۔ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے"۔ (۱۵)

اردو میں غالبؔ کی خطوط نگاری کا آغاز ۱۸۴۸ء کے قریب ہوتا ہے۔ غالبؔ کے خطوط کی تعداد (۸۷۱) کے قریب بنتی ہے۔ غالبؔ کے خطوط کے مجموعے "عودِ ہندی"، "اردوئے معلی"، "مکاتیبِ غالبؔ"، "نادراتِ غالبؔ"، "نادر خطوط غالبؔ"، "خطوطِ غالبؔ" از ہمیش پرشاد"، "خطوطِ غالب" از غلام رسول مہر، "انتخابِ غالبؔ"، "ادبی خطوطِ غالبؔ" مرتبہ مرزا محمد عسکری، "غالب کی نادر تحریریں"، "غالب کے خطوط" مرتبہ خلیق انجم وغیرہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط ادبی حیثیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ غالب کے بعد سر سید احمد خان، مولانا محمد حسین آزادؔ، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا الطاف حسین حالیؔ اور مولانا شبلی نعمانی جیسے ادباء کے ہاں بھی مکتوب نگاری کی روایت پروان چڑھتی نظر آتی ہے۔ سر سید نے جو بھی خطوط لکھے ان میں مقصدیت کا پہلو نمایاں ہے۔ سر سید کے بہت سے مجموعہ ہائے خطوط شائع ہو چکے ہیں جن میں "سر سید احمد خان کے خطوط" مرتبہ وحید الدین احمد، "خطوطِ سر سید" مرتبہ سر راس مسعود، "انتخاب مکاتیب" مرتبہ شیخ اسماعیل پانی پتی، "مکاتیب سر سید احمد خان" مرتبہ مشتاق حسین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سر سید احمد خان کے نواسے حکیم الدین کے مرتب کردہ (۱۰۰) سو سے زائد خطوط کے قلمی نسخہ جات بھی سیر سید احمد خان کی خطوط نگاری کی وسعت میں اضافہ کرتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار اردو ادب کے نامور ادیبوں میں ہوتا ہے۔ ان کے خطوط کا مجموعہ "موعظہ حسنہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ زیادہ تر خطوط ان کے بیٹے بشیر الدین احمد کے نام ہیں۔ مولانا محمد حسین آزادؔ جہاں جدید نظم کے بانی تصور کیے جاتے ہیں وہیں مکتوب نگاری میں بھی انہیں کمال حاصل ہے۔ آپ کے مکتوبات کا مجموعہ ۱۹۵۶ء میں "مکتوباتِ آزاد" کے عنوان سے آغا محمد طاہر نے شائع کیا۔ محمد طاہر کا اس بارے میں کہنا ہے کہ:

> "یہ تمام خطوط چھوٹے چھوٹے ہیں اور موثر جملوں میں اس طرح لکھے گئے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے آمنے سامنے بیٹھے گفتگو کر رہے ہیں" (۱۶)

مولانا الطاف حسین حالی ایک پیامی شاعر، ادیب، سوانح نگار اور اردو ادب کے اوّلین ناقد کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ الطاف حسین حالی کے مکاتیبِ کا مجموعہ "مکتوباتِ حالی" کے عنوان سے خواجہ سجاد حسین نے ترتیب دیا ہے۔ اس مجموعے میں زیادہ تعداد ان خطوط کی ہے جو انھوں نے اپنے عزیز و اقارب کو لکھے۔ ۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء کو مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"آج کل سر سید کی لائف لکھنے اور اس کو چھپوانے میں مصروف ہوں۔ اس لیے جب تک اس ضروری کام سے فارغ نہ ہو جاؤں کہیں نقل و حرکت کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ سر سید کی لائف اب تک کبھی کی ختم ہو جاتی مگر اوّل تو میں دو تین مہینہ بیمار رہا۔ پھر صاحبِ مطبع کا تمام کام بند رہا۔ اس سبب سے حرج عظیم واقع ہو گیا"(۱۷)

مکتوب کے اس نمونے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں کس طرح معمولات و معاملات کو قلمبند کیا جاتا رہا ہے۔ سر سید احمد خان کے رفقا میں مولانا شبلی نعمانی بھی ایک بلند پایہ ادیب اور نثر نگار کے طور پر نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کے دلچسپ اور زندگی سے بھرپور خطوط جمع کرنے کا فریضہ سید سلمان ندوی نے سر انجام دیا ہے۔ ان کے مکتوبات کا مجموعہ "مکاتیبِ شبلی" کے نام سے دو جلدوں میں سید سلمان ندوی نے مرتب کیا۔ مولانا شبلی نعمانی کے خطوط میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ شوخی اور ظرافت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اپنے ایک خط میں مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کو یوں لکھتے ہیں کہ جس سے ان کی ندوہ سے عقیدت کا برملا اظہار ہوتا ہے:

"مرا ہر روز معتد بہ وقت ندوے کی ادھیڑ بن میں صرف ہوتا ہے۔ ندوہ اب تک کیوں کامیاب نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہم میں سے کسی نے اپنے آپ کو ندوہ نہیں سمجھا"(۱۸)

انیسویں صدی کے اختتام پر اردو مکتوب نگاری اپنی بنیادوں کو مضبوطی سے استوار کر چکی تھی۔ نئی صدی میں بھی مکتوب نگاری کی روایت مستحکم ہوئی ہے۔ ادیبوں کے ساتھ ساتھ شاعروں کے ہاں بھی مکتوب نگاری کی روایت ملتی ہے۔ امیر مینائی کے خطوط ان کے ایک شاگرد مولوی احسان اللہ خان ثاقب نے کتابی صورت میں جمع کیے ہیں۔ داغ دہلوی کے مکتوبات کا مجموعہ "زبانِ داغ" کے عنوان سے سید رفیق مارہروی ترتیب دے رہے تھے کہ وہ اِسی دوران وفات پا گئے۔ ۱۹۴۱ء میں مولوی عبدالحق نے اس مجموعے کو انجمن ترقی اردو سے شائع کیا لیکن وہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کی نذر ہو گیا۔ رفیق مارہروی کے بیٹے احسن مارہروی کی کوشش سے یہ مجموعہ "زبانِ داغ" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں دو سو سے زائد مکاتیب ہیں جن میں زیادہ تر ما قبل غیر مطبوعہ ہیں۔

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نے قابلِ فخر شاعری کے ساتھ انقلاب پیدا کرنے والی نثر بھی لکھی ہے۔ ان کی نثری خدمات ہمارا علمی و فکری اثاثہ ہیں۔ علامہ اقبال کے کئی مجموعہ ہائے مکاتیب شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں "اقبال نامہ" مرتبہ شیخ عطااللہ، "شاد اقبال" مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، "انوارِ اقبال" مرتبہ بشیر احمد ڈار، "مکاتیب اقبال" مرتبہ محمد عبداللہ قریشی، "خطوطِ اقبال" مرتبہ رفیع الدین ہاشمی، "جہان دیگر" مرتبہ فرید الحق قابلِ ذکر ہیں۔ اقبال صاحب کا کوئی خطوط کا مجموعہ ان کی زندگی میں شائع نہیں ہوا۔ اُردو ادب کے نامور ادیب سید سلمان ندوی ایک عالم و فاضل شخص تھے۔ علامہ اقبال سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ سلمان ندوی نے اقبال سے اپنی پہلی ملاقات کا احوال ایک مکتوب میں اس طرح بیان کیا ہے:

"ڈاکٹر اقبال سے یہ میری پہلی ظاہری ملاقات تھی اور مراسلت کی باطنی ملاقات تو ۱۹۱۴ء سے قائم ہے۔"(۱۹)

علامہ اقبال اور سید سلمان ندوی کے درمیان خطوط کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ اقبال نے تقریباً ستر مکاتیب سلمان ندوی کے نام لکھے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی اپنی کتاب "اقبال اور سلمان ندوی" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

" یہ دونوں عظیم رہنما آج ہم میں نہیں ہیں مگر انھوں نے تحریروں کی شکل میں جو یادگار
یں چھوڑی ہیں وہ انھیں کبھی مرنے نہ دیں گی"(۲۰)

مولانا حسرت موہانی ایک عظیم ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مکتوب نگار بھی ہیں۔ حسرت موہانی کے خطوط ان کے ذاتی، سیاسی، صحافتی اور ادبی زندگی کے مختلف گوشوں کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ حسرت موہانی کے زیادہ تر خطوط ان کی محبوب بیگم نشاط النساء کے نام ہیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق ایک بلند پایہ نثر نگار، ادیب، نقاد، صحافی، تبصرہ نگار اور مکتوب نگار ہیں۔ مولوی عبدالحق کے خطوط ان کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد "مکتوباتِ عبدالحق" کے نام سے جلیل قدوائی صاحب نے شائع کیے۔ مولوی عبدالحق تک آتے آتے مکتوب نگاری نے کافی پذیرائی حاصل کرلی۔ کئی ایسے قلم کار ہیں جو نثری طور پر تو امتیازی مقام نہ بنا سکے مگر ان کی خطوط نگاری اردو ادب میں ان کے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ اِن میں ریاض خیر آبادی، شاد عظیم آبادی اور اکبر الٰہ آبادی قابلِ ذکر ہیں۔

ریاض خیر آبادی غالبؔ کی پیروی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ شاد عظیم آبادی اپنے بھاری بھر کم القابات کے ساتھ ساتھ خطوط میں سادگی اور روانی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی کے خطوط ان کی ذہنی، فکری اور قلبی کیفیت کے آئینہ دار ہیں۔ سید سلمان ندوی کی مکتوب نگاری مقصدیت کی تحریک سے جڑی ہوئی ہے۔ سید سلمان ندوی کے مکتوبات کے کئی مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ "مکتوباتِ سلیمانی" مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام لکھے گئے خطوط کا مجموعہ ہے۔ "مکاتیب سلیمان" سید سلمان ندوی کے شاگرد مسعود عالم ندوی کے نام لکھے گئے خطوط ہیں۔ "تذکرہ سلمان" ندوی صاحب کی عمر کے آخری دس سالوں میں لکھے گئے خطوط کا مجموعہ ہے۔ اُردو مکتوب نگاری کی روایت کا جائزہ لیں تو کئی دیگر ادیبوں اور شاعروں کے مکاتیب کے مجموعے سامنے آتے ہیں جن میں "ہم عصر شعراء کے خطوط" مرتبہ ضیاء السلام، "روح مکاتیب" مرتبہ شوکت علی تھانوی خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ "ہم عصر شعراء کے خطوط" میں جوش ملیح آبادی، ساغر نظامی، آزاد انصاری، تاجور نجیب آبادی اور دل شاہجہاں پوری کی جانب سے ضیاء السلام کو لکھے گئے خطوط شامل ہیں۔ "روح مکاتیب" میں مختلف سیاسی، سماجی، ادبی اور علمی شخصیات کی جانب سے ساغر نظامی کو لکھے گئے خطوط شامل ہیں۔ "بار خاطر" میں شوکت علی تھانوی نے مزاحیہ انداز میں اپنے احباب کو خطوط لکھے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کا شمار ادبی دنیا کے ان ادبا میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے قلم کے ذریعے لوگوں میں شعورِ آزادی کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ محمد علی جوہر کے مضامین اور مکاتیب کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اردو ادب میں جگر مراد آبادی کے خطوط کو بھی شہرتِ دوام حاصل ہے۔ شہنشاہ غزل کے خطوط کا مجموعہ "مکاتیب جگر" کے نام سے تسکین قریشی نے شائع کیا۔ جگر کے خطوط کے دو اور مجموعے مصطفیٰ راہی نے ترتیب دیے ہیں۔ "گویا دبستان کھل گیا" محمد علی ردولوی کے مکاتیب کا مجموعہ اپنے اندر برجستگی اور شائستگی کے رنگ بکھیرے ہوئے ہے۔ خواجہ حسن نظامی بطور صحافی، ادبی اور مذہبی معاملات کے بارے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے مکتوبات "اتالیقِ خطوط نویسی" کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

انجمن ترقی پسند مصنفین کے پلیٹ فارم سے بہت سے ادیبوں اور شاعروں نے آزادی رائے اور تحفظِ خیال کے لیے آواز بلند کی۔ انہی قلم کاروں میں فیض احمد فیض کا نام بھی آتا ہے۔ "صلیبیں میرے دریچے میں" فیض احمد فیض کے ایامِ اسیری کے مہینوں میں لکھے گئے ۱۳۵ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ان خطوط میں قید و بند کی صعوبتوں کا احوال، جیل کی زندگی، وہاں کا رہن سہن، علمی و ادبی مباحث،

مختلف کتابوں پر تبصرے اور دیگر احوال درج ہیں۔ "متاعِ لوح و قلم" فیض کے خطوط کا دوسرا مجموعہ ہے جسے نورالحسن نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں ۴۸ خطوط ہیں۔

افسانہ نگاری کے ذریعے معاشرے کو سچائی کا آئینہ دکھانے والے سعادت حسن منٹو کے خطوط بھی اپنے اندر ایک الگ دنیا بسائے ہوئے ہیں۔ "خطوطِ منٹو بنام احمد ندیم قاسمی" دنیائے ادب میں خاصے معروف ہیں۔ جدید عہد کے لکھاریوں میں خطوط نگاری کے حوالے سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر تاثیر کے مکاتیب "عزیزم کے نام" سامنے آئے ہیں۔ یہ علمی و ادبی حوالوں سے لکھے گئے خطوط ہیں۔ پطرس بخاری کا شمار اردو ادب میں بلند فکر مزاح لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ ان کے خطوط کا مجموعہ "پطرس کے خطوط" کے عنوان سے سامنے آیا ہے۔ ان کے خطوط اگرچہ مبنی بر طوالت ہیں لیکن زبان کی سادگی کی بنا پر طبیعت پر گراں نہیں گزرتے۔ غ منفرد مزاح نگار و سفر نامہ نگار ابنِ انشاء نے بھی خطوط رقم کیے ہیں جو "خطوطِ انشاء جی" کے عنوان سے ریاض احمد ریاض نے مرتب کیے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کا شمار اردو ادب کے مشاہیر میں ہوتا ہے۔ ان کے خطوط کے مجموعے بعنوان "آدھی ملاقات" "مرتبہ خورشید ربانی، "خطوطِ احمد ندیم قاسمی بنام عبادت بریلوی" اور "مکتوباتِ احمد ندیم قاسمی" از ڈاکٹر شاہد اشرف منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے خطوط کو ڈاکٹر انور سدید نے "وزیر آغا کے خطوط" کے نام سے مرتب کیا۔ ڈاکٹر وزیر آغا کی مکتوب نگاری کے حوالے سے انور سدید کا کہنا ہے:

> "غالب نے مراسلت کو مکالمہ بنا دیا تھا۔ ابوالکلام آزاد نے خط انجمن میں تبدیل کر دیا۔ ڈاکٹر وزیر آغا کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے خط کو انشائیہ بنا دیا ہے اور خط نگاری میں یہ یک ایسی جہت ہے جس کی طرف تا حال کسی دوسرے ادیب نے پیش قدمی نہیں کی۔" (۲۱)

سید سجاد ظہیر کے مکتوبات کا مجموعہ "نقوشِ زنداں" کے عنوان سے سامنے آیا۔ یہ خطوط انھوں نے جیل میں اپنی بیگم کے نام لکھے تھے۔ لطیف الزماں خان کی ساری زندگی مکتوب نگاری سے عبارت ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں لکھے گئے ان کے خطوط اپنے متن و مفہوم میں علمی و ادبی مباحث سموئے ہوئے ہیں۔ "انشائے لطیف" کی پانچ جلدوں کی صورت میں لطیف الزماں خان کے لکھے ہزاروں خطوط ان کی نثری داستان ہیں۔

عبدالحئ المعروف مشفق خواجہ نے بھی بہت زیادہ خطوط لکھے۔ ادیبوں کے نام لکھے جانے والے مکاتیب کے علاوہ "باتیں مشفق خواجہ کی"، "مکتوباتِ مشفق بنام تحسین فراقی" اور "معرکہ خیر و شر" کے عنوان سے مشفق خواجہ کی ڈاکٹر معین الرحمٰن کے ساتھ ہونے والی خط و کتابت کتابی صورت میں سامنے آچکی ہے۔ مشفق خواجہ کے مکتوبات میں ان کی علمی و ادبی دلچسپی نظر آتی ہے۔ مکتوب نگاری صرف مرد حضرات سے ہی منسوب نہیں بلکہ خواتین کے ماکتیب کے بھی عمدہ مجموعے ملتے ہیں۔ "حرفِ آشنا" اور "زیرِ لب" صفیہ اختر کے خطوط کے مجموعے ہیں جو انہوں نے جانثار اختر کے نام لکھے ہیں۔ مکتوب نگاری کے حوالے سے علمی و ادبی مجلوں اور رسائل کا کردار بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جن رسائل نے خطوط نویسی کے حوالے سے خصوصی نمبر شائع کیے ہیں ان میں "نقوش" لاہور کو یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس کا مکاتیب نمبر کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح "ایشیا" بمبئی، "آج کل" دہلی، "گردش" بدایوں اور "ہمایوں" لاہور کے بھی خطوط نگاری پر خصوصی نمبر شائع ہوئے۔ ان ادبی مکاتیب میں مکتوب اور مکتوب الیہ کی علمی و ادبی، ذاتی و سماجی زندگی کے بارے میں وسیع معلومات موجود ہیں اور یہی ان کی اہمیت کی بڑی دلیل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورہ التین، قرآن مجید، آیت نمبر ۴

۲۔ سورہ العلق، قرآن مجید، آیت نمبر ۱

۳۔ سورہ الرحمٰن، قرآن مجید، آیت نمبر ۱-۴

۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، وجہی سے عبدالحق تک، نارپبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۶۵ء، ص:۴۹۴

۵۔ ڈاکٹر تبسم شاداب، اُردو مکتوب نگاری، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، دسمبر ۲۰۱۲ء، ص:۹

۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، وجہی سے عبدالحق تک، ص:۳۷۸

۷۔ مرزا اسداللہ خان غالب، عود ہندی، مرتبہ: منشی نول کشور، ۱۹۴۱ء، ص:۱۵۵

۸۔ ڈاکٹر طیب منیر، خطوط مشفق، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص:۴۵

۹۔ محمد حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۳ء، ص:۵۴

۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد اوّل، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص:۹۹

۱۱۔ محمد عسکری، ادبی خطوط غالب، نظامی پریس، لکھنو، ۱۹۲۹ء، ص:۱۸۷

۱۲۔ محمد طفیل، نقوش (مکاتیب نمبر)، ادارہ نقوش، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص:۳۹

۱۳۔ خواجہ احمد فاروقی، ذوق و جستجو"، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۶۷، ص:۱۳۶

۱۴۔ خواجہ احمد فاروقی، ذوق و جستجو، ص:۱۴۷

۱۵۔ ڈاکٹر خلیق انجم، خطوطِ غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص:۱۰۷

۱۶۔ آغا محمد طاہر، مکتوباتِ آزاد، گیلانی پریس، لاہور، ۱۹۳۳ء، ص:۲

۱۷۔ محمد طفیل، نقوش، (مکاتیب نمبر)، ادارہ نقوش ۱۹۵۲، ص:۱۴۰

۱۸۔ محمد طفیل، نقوش، (مکاتیب نمبر)، ص:۱۸۴

۱۹۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی، اقبال اور سید سلمان ندوی، غالب اکیڈمی، دہلی، ۱۹۷۷، ص:۱۹

۲۰۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی، اقبال اور سید سلمان ندوی، ص:۲۰

۲۱۔ ڈاکٹر انور سدید، وزیر آغا کے خطوط، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص:۳۳

References in Roman Script:

1. Surah al-Tin, Qur'an Majid, Ayat No. 4
2. Surah al-'Alaq, Qur'an Majid, Ayat No. 1
3. Surah al-Rahman, Qur'an Majid, Ayat No. 1–4
4. Dr. Syed Abdullah, Wajhi se Abdul Haq Tak, Nar Publishing House, Delhi, 1965, p. 494
5. Dr. Tabassum Shadab, Urdu Maktub Nigari, Maktaba Jamia, New Delhi, December 2012, p. 9
6. Dr. Syed Abdullah, Wajhi se Abdul Haq Tak, p. 378

7. Mirza Asadullah Khan Ghalib, Ood-e-Hindi, مرتبہ: Munshi Nawal Kishore, 1941, p. 155
8. Dr. Tayyab Munir, Khutoot-e-Mushfiq, Poorab Academy, Islamabad, 2007, p. 45
9. Muhammad Hifz-ur-Rahman, Qasas-ul-Qur'an, Dar-ul-Ishaat, Urdu Bazar, Karachi, 2013, p. 54
10. Ibn Kathir, Al-Bidayah wa al-Nihayah, Vol. 1, Nafees Academy, Karachi, 2011, p. 99
11. Muhammad Askari, Adabi Khutoot-e-Ghalib, Nizami Press, Lucknow, 1929, p. 187
12. Muhammad Tufail, Naqoosh (Makatib Number), Idara Naqoosh, Lahore, 1952, p. 39
13. Khwaja Ahmad Farooqi, Zauq-o-Justuju, Jamal Printing Press, Delhi, 1967, p. 136
14. Khwaja Ahmad Farooqi, Zauq-o-Justuju, p. 147
15. Dr. Khaliq Anjum, Khutoot-e-Ghalib, Ghalib Institute, New Delhi, 1995, p. 710
16. Agha Muhammad Tahir, Maktubat-e-Azad, Gilani Press, Lahore, 1933, p. 2
17. Muhammad Tufail, Naqoosh (Makatib Number), Idara Naqoosh, 1952, p. 140
18. Muhammad Tufail, Naqoosh (Makatib Number), p. 184
19. Dr. Tahir Tounsi, Iqbal aur Syed Salman Nadvi, Ghalib Academy, Delhi, 1977, p. 19
20. Dr. Tahir Tounsi, Iqbal aur Syed Salman Nadvi, p. 20
21. Dr. Anwar Sadeed, Wazir Agha ke Khutoot, Maktaba Fikr-o-Khayal, Lahore, 1985, p. 3